OPEN ACCESS
Al-Aẕvā الاضواء
ISSN 1995-7904 ;E 2415-0444
Volume 40, Issue, 64, 2025
www.aladwajournal.com

تخصیصِ عام بالسبب: اصولیین کی آراء کا تحلیلی وماخذی تجزیہ

Specification by Reason of Cause: A Doctrinal and Source based Analytical Study

Muhammad Haroon, Assistant Professor
Department of Islamic Studies, University of Sargodha, Sargodha

Muhammad Feroz-Ud-Din Shah Khagga
Professor, Department of Islamic Studies
University of Sargodha, Sargodha

Hafiz Jamshed Akhtar, Assistant Professor
Department of Islamic Studies, University of Sargodha, Sargodha

KEYWORDS

Specification by Cause (takhsees bil-sabab), Usul al-Fiqh, Asbab al-wurud (Occasions of Revelation), Siyāq al-Kalām and Generality and Specification

Date of Publication:
30-12-2025

Abstract

Specification by Cause (Takhsees al- ‘Aam bil-Sabab) is one of the substantial and intricate discourse in the field of Usul al-Fiqh (Islamic Jurisprudence). It usually refers to the costruing an interpretation of general textual wording in a legal text in the perspective of the explicit context or incident; generally known as Asbab al-wurud through which the revelation revealed on an occasion. These consequences upon restraining the generality of the text by detaching and keeping in view the context certain individuals or cases. Usul al-Fiqh explores this principle in profundity, addressing its academic foundations, while defininig its fundamental terms ‘aam and sabab, their classifications, describing its various jural approaches. Morepver, this significant debate has not been confined only to usuliyyun (legal jurisprudential experts); rather, it has been dealt by fuqaha, Qur’anic exegetical expets (mufassirun) and the scholars of Ulum al-Qur’an at the same time. Jurists deal this principle to resolve practical legal intricacies;

exegetes employ it for the sake of interpreting Qur'an keeping in view the narrations of asbab al-nuzul. The scope of this article is not been set to present a comprehensive exploration of all such discourses as it would amaulgamate the reader's mind and might increase the risk of unnecessary perplexties. Hence, this article proposes a succinct reflection focussing analytical overview of the significant conventional usuliyyun regarding this issue i.e. takhsees bil-sabab, as well as a critical investigation of their opinions, arguments through substanciting with examples. The second purpose of this study is to intrduce with the fundamental sources which deal with this principle in detailed way. It is at the sametime noteworthy that the term "cause" specifically refers to circumstantial context behind the revelation; not as the operative tool cause as of a legal term.

تخصیص العام بالسبب"کا مفہوم

" سبب کے ذریعے عام میں تخصیص" ایک اہم اصولی مسئلہ ہے، جس سے مراد یہ ہے کہ کسی شرعی نص کے عام لفظ کو سببِ ورود کی بنیاد پر مخصوص کر دیا جائے، یعنی اس کے عموم میں سے کسی فرد یا بعض افراد کو خارج کر دیا جائے۔ اصولِ فقہ کی مستند کتب میں " تخصیصِ عام بالسبب" کے عنوان کے تحت گراں قدر مباحث ملتی ہیں، جن میں نہایت باریک بینی کے ساتھ اس اصول کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لیا گیا ہے۔ ان مباحث میں ایک طرف "عام" اور "سبب" کی تعریف، ان کی اقسام اور مفہوم کی توضیح کی گئی ہے، تو دوسری طرف مختلف فقہی مکاتبِ فکر کی آراء، ان کے دلائل، مثالیں اور ان پر اصولی و فقہی تشریحات کو بھی جگہ دی گئی ہے۔ یہ اصولی بحث نہایت علمی اہمیت کی حامل ہے، یہی وجہ ہے کہ یہ موضوع صرف اصولیین کی علمی دلچسپی تک محدود نہیں بلکہ فقہاء، مفسرین اور ماہرینِ علومِ قرآن نے بھی اس سے استفادہ کیا ہے اور اپنے اپنے مقام پر اس پر مفصل کلام کیا ہے۔ فقہاء نے اس اصول کی بنیاد پر کئی عملی اور اجتہادی مسائل کے حل پیش کیے، جبکہ مفسرین نے آیاتِ قرآنیہ کے شانِ نزول کی روشنی میں اس کی تفہیم کی۔ تاہم، اس مقام پر ان تمام تفصیلی مباحث کو ذکر کرنا، جہاں ہر لفظ و اصطلاح کی تشریح، ہر قول کی توجیہ، اور ہر دلیل کا استقصا مطلوب ہو، ایک طرف خلطِ مباحث کا سبب بنے گا اور دوسری طرف قارئین کے لیے طوالت اور انتشارِ فکر کا باعث ہو گا۔ اس لیے یہاں اختصار کے ساتھ صرف اصولیین کی آراء کا ایک اجمالی جائزہ پیش کیا جا رہا ہے، اور ان مصادر و مراجع کی نشان دہی بھی کی جائے گی جہاں ان مباحث کو تفصیل سے ملاحظہ کیا جا سکتا ہے، تاکہ تشنگانِ علم ان سے رجوع کر سکیں۔ یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ یہاں "سبب" سے مراد وہ سببِ ورود

ہے جس کے تناظر میں کوئی آیت یا حدیث وارد ہوئی ہو، نہ کہ وہ سبب جو کسی حکم کا موجب یا سببِ نفاذ ہو۔ مثال کے طور پر زنا، حد کے نفاذ کا سبب ہے، لیکن یہاں زیرِ بحث "سبب" وہ خاص واقعہ، سوال یا صورتِ حال ہے، جس نے نصِ شرعی کے نزول یا صدور کو متعین کیا۔ پس، جب ہم "تخصیصِ عام بالسبب" کی بات کرتے ہیں، تو اس سے مراد یہی ہے کہ نص کے عمومی الفاظ کو ان کے ورود کے پس منظر کی روشنی میں محدود کیا جائے۔ اسی طرح، اصولیین نے اس پہلو پر بھی روشنی ڈالی ہے کہ جس طرح سببِ ورود کسی نص کے عموم میں تخصیص پیدا کر سکتا ہے، اسی طرح سیاق و سباق بھی عموم کو مخصوص کرنے کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ مسئلہ ہذا پر اصولیین کی آراء کے جاننے سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم تخصیص بالسبب کی مباحث میں "سبب" کا مفہوم جان لیں:

ابن القصار المالکی کا موقف

ابن القصار مالکی فرماتے ہیں "السبب الذی خرج اللفظ علیه[1] " عام میں جس سبب کے ذریعے تخصیص ہو سکتی ہے اس سبب سے مراد وہ سبب ہے جس کے باعث وہ الفاظ صادر ہوئے ہیں"۔

علامہ زرکشی کے نزدیک سبب کا مفہوم

علامہ زرکشی نے بعض اصولیین سے اسی بات کی وضاحت نقل فرمائی ہے کہ یہاں سبب سے مراد وہ سبب ہے جو خطاب کا داعی بنا ہے، جس کے باعث الفاظ کا صدور ہوا ہے: ان المراد بالسبب الداعی الی الخطاب بذلک القول والباعث علیه[2]۔

عبد العزیز بخاری کے ہاں سبب کی توضیح

علامہ عبد العزیز بخاری نے تو بالکل واضح انداز سے فرمایا ہے کہ اس سبب سے مراد سبب ورود ہے: والمراد من السبب سبب الورود[3]۔

ابو المظفر السمعانی کا موقف

علامہ ابو المظفر السمعانی نے جہاں سبب کی تعیین فرمائی ہے وہیں مثالوں سے بھی اس کی توضیح کر دی ہے: ولیس المعنی بالسبب الموجب للحکم مثل مانقل ان ماعزا زنی فرجمه رسول الله ﷺ او سها فسجدوانما المعنی بالسبب مثل ماروی ان النبی ﷺسئل عن المتوضی بماء البحر فقال: هو الطهور ماوه الحل میتته[4] "اس جگہ سبب سے مراد وہ سبب نہیں جو کسی حکم کا موجب بنتا ہے جیسے یہ بات منقول ہے کہ حضرت ماعز رضی اللہ عنہ سے زنا ہوا اور انہیں رجم کر دیا گیا یعنی رجم کے حکم کا موجب زنا ہے، اسی طرح کوئی شخص نماز میں بھول گیا تو اسے سجدہ سہو کرنا پڑے گا، تو نماز میں بھولنا سجدہ سہو کا موجب ہے، بلکہ اس جگہ سبب سے مراد وہ چیز ہے جس کے باعث نص کے الفاظ کا صدر و ہوا، جیسے سمندر کے پانی کے بارے میں سوال کیا گیا کہ اس سے وضو ہو سکتا ہے؟ تو جواب میں فرمایا: بالکل، وہ بھی پاک ہے اور اس کا مردار بھی حلال ہے"۔

تخصیص العام بالسبب کی مثال سے وضاحت

مثال کے طور پر ایک حدیث کے معروف الفاظ ہیں" الْخَرَاجُ بِالضَّمَانِ "نفع اسی کا ہو گا جو نقصان کا ضامن ہو"۔ حدیث مذکور میں لفظ" الْخَرَاجُ" معرف باللام ہے جو کہ استغراق کا فائدہ دیتا ہے، اس میں "خراج" (منفعت) کا ہر ہر فرد شامل ہے چاہے وہ منفعت مالک حاصل کرے یا غاصب۔ ان الفاظ کے صدور کے پس منظر کے بارے میں تحقیق کی جائے تو پتہ چلتا ہے کہ اصل واقعہ یہ تھا:" ایک شخص نے غلام خریدا، پھر وہ اس کے پاس اتنا عرصہ رہا جتنا اللہ تعالیٰ کو منظور تھا، پھر خریدار نے اس غلام میں کوئی عیب پایا، مقدمہ آپ کے پاس لایا گیا، آپ نے وہ غلام بائع یعنی بیچنے والے کو واپس کروا دیا، جب غلام واپس ہو گیا تو بائع نے سوال کیا: جب یہ غلام مشتری کے پاس تھا تو اس نے کمائی بھی کی تھی، لہذا وہ کمائی بھی مجھے ملنی چاہیے؟ اس پر جملہ ارشاد ہوا: الْخَرَاجُ بِالضَّمَانِ، مطلب یہ تھا کہ اس وقت تو یہ غلام آپ کے قبضے میں ہی نہیں تھا، تو آپ اس کی کمائی کے حق دار کیسے ہو سکتے ہیں؟ کمائی تو اسی کی ہو گی جس کے پاس یہ موجود تھا کیونکہ اس وقت اس کے نفع اور نقصان کا ضامن مشتری تھا نہ کہ آپ، لہذا آپ اس کی اس کمائی کے بارے میں سوال ہی نہیں کر سکتے جو اس نے آپ کی ملکیت میں ہوتے ہوئے نہیں کی"۔ اس حدیث کے سبب سے معلوم ہوا کہ یہ الفاظ تو مشتری یعنی کسی چیز کے مالک کے بارے میں ارشاد فرمائے گئے، کہ اس طرح کے معاملات میں صرف مشتری ہی سے خراج کا مطالبہ کیا جا سکتا ہے لیکن اگر غاصب جو کہ اس چیز کا مالک نہیں ہے، اس سے خراج کا مطالبہ نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن جمہور حضرات کی رائے کے مطابق اگرچہ یہ الفاظ ایک خاص پس منظر میں ارشاد ہوئے ہیں لیکن ہم "خراج" کے عموم کو سبب کی وجہ سے خاص نہیں کر سکتے۔ اس لیے ان حضرات کے ہاں جہاں مشتری سے ضمان کا مطالبہ ہو گا تو وہیں غاصب سے بھی مطالبہ کیا جائے گا کیوں کہ غاصب بھی "خراج" کے افراد میں سے ایک فرد ہے۔

تخصیص العام بالسبب میں اصولیین کے مذاہب

سابقہ تفصیل سے معلوم ہو چکا ہے کہ سبب کے ذریعے کسی عام میں تخصیص کا مطلب یہ ہے کہ عام کے افراد میں سے بعض افراد کو حکم سے خارج کر دینا، چاہے وہ سبب کسی کا سوال ہو، یا کسی حادثہ کا وقوع ہو وغیرہ۔ اصولیین میں اس بارے اختلاف واقع ہوا ہے کہ آیا عام کا حکم سبب کے ساتھ خاص رہے گا یا اس کا عموم برقرار رہے گا؟

جمہور کا مذہب

سبب کے ذریعے نص کے کسی عام حکم کو خاص نہیں کیا جا سکتا، لہذا عام کا عموم برقرار رہے گا۔ یہ مذہب جمہور حضرات کا ہے ان میں امام ابو حنیفہ[5]، امام مالک کی ایک روایت[6]، امام شافعی، امام احمد اور ان کے متبعین[7] کا ہے، اور اسی قول پر دیگر اصولیین، فقہاء، مفسرین کا اعتماد و اتفاق ہے۔ جمہور حضرات کے پاس اپنے موقف پر متعدد دلائل ہیں۔ ذیل میں چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے:

پہلی دلیل: آنجناب ﷺ کا ذاتی فعل

نص کے عام الفاظ میں عموم کو ثابت رکھنا جب کہ وہ عام کسی خاص سبب کی وجہ سے نازل ہوا ہو، خود نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے: ان رجلا اصاب من امراۃقبلۃ---[8]" ایک شخص کسی اجنبی عورت کا بوسہ لے بیٹھا اور پھر حضور علیہ السلام کے پاس حاضر ہوا تو اس پر یہ آیات نازل ہوئیں: نماز قائم کرو دن کے دونوں اطراف میں اور رات کے حصے میں، بے شک نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں۔ اس شخص نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ ! کیا یہ وظیفہ میرے لیے ہے ؟ ارشاد فرمایا: بلکہ میری تمام امت کے لیے ہے"۔ علامہ الشنقیطی اس آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں: اس شخص کے پوچھنے کا مقصد یہ تھا کہ چونکہ یہ آیت میرے سوال پر اتری ہے، تو یہ حکم میرے ساتھ ہی خاص ہے یا سب کے لیے ہے؟ آپ نے: «لِجَمِيعِ أُمَّتِي كُلِّهِمْ» فرما کر اس بات کی توضیح فرما دی کہ نصوص میں الفاظ کے عموم کا اعتبار ہوتا ہے نہ کہ اسباب کا۔[9]

دوسری دلیل: عمل صحابہؓ

عمل صحابہ کرامؓ سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ نص کے عام الفاظ کو سبب کے ساتھ خاص نہیں کیا جائے گا بلکہ وہ اپنے عموم پر برقرار رہے گا۔

- مثال کے طور پر آیات لعان کا نزول ایک خاص پس منظر میں ہوا جب حضرت ہلال بن امیہ یا عویمر عجلانی نے اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائی۔ بعد میں صحابہ کرام کے زمانے میں بھی اس طرح کے جب واقعات ظہور پذیر ہوئے تو انہوں نے یہی حکم ان پر بھی لگایا۔
- اسی طرح آیاتِ ظہار کا نزول بھی اوس بن صامت رضی اللہ عنہ کی بیوی خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ہوا لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس آیت کا حکم اسی واقعہ تک محدود نہیں رکھا بلکہ بعد میں اس طرح کے واقعات کے ظہور پر یہی حکم نافذ فرمایا۔
- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت کے بعد آیات براءت نازل ہوئیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان آیات کو بھی عموم پر رکھا، بعد میں اس طرح کے پیش آنے والے واقعات پر سزائیں بھی انہی آیات کی وجہ سے دی گئیں۔

تیسری دلیل: عقلی تقاضا

عقل بھی اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ عام کے حکم کو سبب کے ساتھ نہ کیا جائے؛ کیونکہ اصل اعتبار تو شارع کے الفاظ کا ہے، نہ کہ اس سبب کا، جس کے باعث اس کا صدور ہوا ہے، جس طرح کوئی نص بغیر سبب کے نازل ہو تو وہاں بھی الفاظ ہی کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ لہذا عام حکم کو سبب کے ساتھ مختص نہیں کیا جائے گا۔

چوتھی دلیل

بالعموم نص میں سبب کا تذکرہ نہیں ہوتا، گویا کہ نص سبب کے ذکر سے ساکت ہے اور قاعدہ ہے: السکوت لایکون حجۃ[10] "سکوت حجت نہیں ہوتا۔ اس لیے نص کے عموم کو سبب کے ساتھ خاص نہیں کیا جائے گا۔

دوسرا مذہب

سبب کے ذریعے سے عام کے عموم میں تخصیص ہوسکتی ہے، یعنی سبب کے ذریعے سے عام کے افراد کو خارج کرکے اس کے حکم کو سبب کے ساتھ محدود کیا جاسکتا ہے الا یہ کہ کوئی ایسی دلیل ہو، جو اس بات کا تقاضا کرے کہ یہاں عام کا عموم برقرار ہے۔ یہ مذہب امام مالک[11]، امام شافعی[12]، امام احمد[13] بہت سارے اہل علم کا ہے جن میں ابو ثور[14]، علامہ مزنی[15]، قفال شاشی اور ابو بکر الدقاق[16] کا ہے۔

دلیل یہ ہے کہ اگر حکم کو سبب کے ساتھ خاص نہ کیا جائے تو سبب بے فائدہ ہو کر رہ جائے گا، جب کہ دیکھا گیا ہے کہ اسلاف کی کتب میں بہت ساری نصوص کے اسباب کو بھی ذکر کیا جاتا ہے۔

دلیل کا جواب یہ ہے کہ اگر حکم کو سبب کے ساتھ خاص نہ کیا جائے تو سبب کا بے فائدہ ہونا ناقابل اعتبار ہے اس لیے سبب کے ذکر کے اور بھی بہت سارے فوائد ہیں، مثال کے طور پر سبب کے ذکر سے مجمل کی تفصیل معلوم ہوتی ہے، مبہم کی تعیین ہوتی ہے، سبب حدیث کی صحیح تفہیم کا ذریعہ بنتا ہے، حکم کے منسوخ ہونے کا پتہ چلتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

تیسرا مذہب

سبب کے ذریعے عام کی تخصیص اس وقت ہوسکتی ہے جب عام کا تعارض اس عام کے ساتھ ہو جو بلا سبب نازل ہوا ہو، اگر ایسا نہ ہوا تو عام کا عموم برقرار رہے گا، سبب اس میں تخصیص پیدا نہیں کرسکتا۔ یہ مذہب استاذ ابو منصور[17] کا ہے۔ شریعت کی نصوص میں کہیں بھی تعارض نہیں ہے، جہاں کہیں بھی ظاہری تعارض نظر آتا ہے، اس تعارض کو حل کیا گیا ہے۔ استاذ ابو منصور کی دلیل یہ ہے کہ بسا اوقات ایک عام نص ایسی ہوتی ہے جو کسی سبب کے تحت نازل ہوتی ہے، بعض اوقات اس نص کا تعارض، ایسی نص کے ساتھ ہو جاتا ہے جو بلا سبب نازل ہوئی تھی، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان نصوص میں کوئی تعارض نہیں، کیونکہ جو نص سبب کے تحت نازل ہوئی ہے اسے اپنے سبب کے ساتھ خاص کر دیا جائے گا اور جو نص بلا سبب نازل ہوئی ہے اس کا حکم عام ہوگا[18]۔

چوتھا مذہب

دیکھا جائے گا کہ نص کے عام الفاظ کس سبب سے وارد ہوئے ہیں، اگر نص کے الفاظ کا سبب کسی کا سوال ہو تو پھر اس عام کا حکم اسی سبب کے ساتھ ہی خاص ہوگا لیکن اگر نص کے عام الفاظ کا صدور کسی سائل کے سوال کے جواب میں نہیں ہوا، بلکہ کسی حادثہ کے موقع پر ہوا ہو تو پھر عام کا عموم برقرار رہے گا۔ یہ مذہب علامہ ابن الجوزی[19] کا ہے۔ علامہ ابن الجوزی کا موقف یہ ہے کہ جب کوئی حکم کسی حادثہ کے وقت نازل ہوا اور اس کے بارے میں کسی سائل نے سوال نہ کیا ہو تو ظاہر ہے کہ شارع کا مقصود و مطلوب یہی ہے اس نص کا حکم ہوگا اس حادثہ کے ساتھ

خاص نہیں ہو گا۔ لیکن جب کوئی حکم کسی سائل کے سوال کے پیش نظر نازل ہو تو پھر یہی سمجھا جائے گا یہ حکم اسی کے ساتھ خاص ہے[20]۔

ضروری توضیح

واضح رہے کہ اس جگہ احناف کے علاوہ باقی تین اماموں کا مذہب دو جگہوں پر منقول ہوا ہے؛یعنی عام میں سبب کے تخصیص ہونے یا نہ ہونے کے سلسلے میں جو پہلا مذہب بیان کیا گیا اس میں بھی ائمہ ثلاثہ کا ذکر تھا اور دوسرے قول یا مذہب میں بھی ان ہی تذکرہ کیا گیا۔اس کی وجہ کیا ہے ؟جب ائمہ ثلاثہ کی کتب میں غور کیا گیا تو ہمیں ناقلین مذہب کی طرف سے ہر امام کے دو قول ہی ملتے ہیں۔اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

امام مالک کا موقف

کتب مالکیہ میں جب امام مالک کے صحیح قول کو تلاش کیا گیا تو ہمیں اس حوالے سے متقدمین ومتاخرین مالکیہ کے چار اقوال ملتے ہیں۔پہلا قول یہ ہے:قصر اللفظ العام علی سببه یعنی عام میں سبب کے ذریعے تخصص ہو گی،عام کا حکم سبب کے ساتھ ہی مختص رہے گا۔اس قول کے ناقلین میں ابن القصار المالکی[21]،الآمدی[22]، قاضی ابو الطیب[23]، ماوردی[24]،،ابن السمعانی[25] اور علامہ اسنوی[26] شامل ہیں۔

جب کہ علامہ قرافی اور علامہ ابو الولید الباجی کے نزدیک اس مسئلہ میں امام مالک سے دو روایات مروی ہیں۔اول:قصر اللفظ العام علی سببه "نص میں وارد عام لفظ کے حکم کو اس کے سبب کے ساتھ مختص مانا جائے گا"۔دوم:عدم القصر علی السبب بل اعتبار عموم اللفظ "لفظ کے عموم کا اعتبار ہو گا نہ کہ سبب کے ساتھ خاص ہو گا۔اسی اختلاف کی طرف علامہ ابو الولید الباجی نے خود اشارہ فرمایاہے:واختلف اصحابنافی حمله علی عمومه او قصره علی سبب،فروی عن مالک الامران جمیعا[27]"اس مسئلہ میں ہمارے مالکی علماء میں اختلاف پایا جاتاہے کہ آیا لفظ عام کو عموم پر باقی رکھا جائے گا یا سبب کے ساتھ مختص مانا جائے گا،امام مالک سے بھی دو روایات مروی ہیں"۔

شیخ طاہر ابن عاشور کی توجیہ

ماضی قریب کے مالکی علماء میں شیخ طاہر ابن عاشور کا نام بہت نمایاں ملتاہے،انہوں نے اس مسئلہ امام مالک سے جو دو روایات منقول ہیں، ان میں تطبیق پیدا کرنے کی کوشش فرمائی ہے: فرماتے ہیں کہ جہاں یہ منقول ہے کہ عام کو سبب کے ساتھ ہی مخصوص رکھا جائے گا تو یہ لوگوں کے کلام اور ان کے معاملات مثلاً یمین، طلاق وغیرہ سے متعلق ہو گا۔ لیکن جہاں یہ منقول ہے کہ عام کے عموم کو باقی رکھا جائے گا، یہ شارع کے کلام سے متعلق ہو گا، وجہ یہ ہے کہ شارع کا کلام تمام لوگوں کے لیے ہوتاہے نہ کہ خاص وقت یا مکان کے لیے[28]۔

مقالہ نگار کی رائے

شیخ طاہر ابن عاشور کی توجیہ پر غور کیا جائے تو یہ توجیہ اتنی جامع معلوم نہیں ہوتی، اس لیے کہ اس مسئلہ میں محل نزاع مسئلہ ہی شارع کے کلام کا چل رہا ہے، عوام الناس کی بات تو زیر غور ہی نہیں۔ اس لیے ان کی یہ توجیہ محل نظر معلوم ہوتی ہے۔

بعض متاخرین مالکیہ کی رائے

بعض متاخرین مالکیہ میں سے علامہ الشنقیطی کی رائے یہ کہ امام مالک اس مسئلہ میں جمہور حضرات کے ساتھ ہیں ان کا موقف یہ ہے کہ عام کا عموم باقی رہے گا اسے سبب کے ساتھ مختص نہیں کیا جائے گا[29]۔ علامہ ابو بکر ابن العربی کی رائے یہ ہے کہ الفاظ پر غور کیا جائے گا اگر وہ مستقل بنفسہ ہیں یعنی اپنا معنی بتانے میں کسی اور جملے کے محتاج نہیں ہیں تو وہاں اس لفظ کا عموم باقی رہے گا، لیکن اگر وہ الفاظ مستقل بنفسہ نہیں ہیں یعنی اپنا معنی بتانے میں کسی دوسرے جملے کے محتاج ہیں تو ایسی صورت حال میں وہ لفظ اپنے سبب کے ساتھ خاص سمجھا جائے گا۔[30]

شافعیہ اور حنابلہ کا موقف

کتب شافعیہ اور حنابلہ میں بھی غور کرنے سے معلوم ہوا مذکورہ مسئلہ میں ان کے بھی دو دو اقوال ہیں۔ پہلا قول قصر اللفظ العام علی سببہ ہے اور دوسرا قول العبرۃ لعموم اللفظ کا ہے۔ کتب شافعیہ میں ان دو اقوال میں سے راجح کون سا ہے؟ اس حوالے سے زرکشی نے بڑی وضاحت کے ساتھ اسے ذکر کیا ہے: والحاصل ان مذهب الشافعی العمل بالعموم الا ان یقوم دلیل یقتضی القصر علی السبب[31]" امام شافعی کے ہاں راجح تو یہی ہے کہ لفظ کا عموم باقی رہے گا لیکن اگر کہیں کوئی دلیل ایسی ہو جو لفظ کو سبب کے ساتھ خاص کرنے کا تقاضا کرے تو پھر اس دلیل کی وجہ سے عام کا عموم باقی نہ رہے گا"۔ جب کہ امام احمد سے بھی مذکورہ دو روایات ہی منقول ہیں، لیکن ہمیں کسی جگہ کوئی وجہ ترجیح نہیں مل سکی۔

سیاق کے ذریعے عام میں تخصیص

سیاق کے ذریعے سے بھی نص کے عموم میں تخصیص کی جاسکتی ہے، جن حضرات نے عمومات کی بحث میں سیاق کو شامل فرمایا ہے ان کے ہاں سیاق کے ذریعے عام میں تخصیص کی جاسکتی ہے[32]۔ سیاق[33] کا مطلب یہ ہے کہ نص میں وارد ہونے والے کسی لفظ کی توضیح وتشریح ماقبل یا مابعد میں آنے والے جملے سے کرنا۔[34] مثال کے طور پر سورۃ الانعام کی ایک آیت ہے: الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُهْتَدُونَ[35] آیت مذکورہ میں "بظلم" سے کیا مراد ہے؟ اس کی وضاحت سابقہ آیت کا مضمون خود اس طور پر کر رہا ہے کہ اس سے ماقبل والی آیات میں شرک کی مذمت بیان کی گئی ہے، اور اس ضمن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنی قوم

سے مناظرہ بھی مذکور ہے، اس کے بعد فرمایا گیا کہ ہدایت یافتہ لوگ وہی ہیں جن سے ایمان لانے کے بعد ظلم کا صدور نہ ہوا ہو۔ چونکہ سابق میں شرک کی مذمت بیان ہو رہی تھی اس لیے یہاں لفظ ظلم سے مراد بھی شرک ہی ہو گا۔ نیز اسی آیت میں مذکور لفظ بایما نھم سے بھی اسی معنی کی تائید ہو رہی ہے کہ ایمان کے ساتھ ظلم شرک ہی ہو سکتا ہے۔ نیز اسی معنی کی تائید حدیث پاک سے بھی ہو گئی، کہ اصحاب رسول نے لفظ ظلم کے بارے میں سوال کیا، ارشاد ہوا: أَلَا تَسْمَعُ إِلَى قَوْلِ لُقْمَانَ لِابْنِهِ: إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ "[36]آیت مذکورہ میں لفظ ظلم کا وہ معنی جس کا سیاق بھی تقاضا کر رہا تھا اسی معنی کی تائید نبی علیہ السلام نے بھی فرما دی ہے۔ علامہ ابن دقیق العید نے اس موضوع پر کچھ تفصیل سے لکھا ہے اور چند مثالیں بھی جمع کی ہے، لیکن اس بات کو بھی واضح فرمایا ہے کہ سیاق کے ذریعے کسی عام میں تخصیص کرنا بھی اہم ترین موضوع ہے، جس سے بہت سارے اصولیین نے استفادہ بھی فرمایا ہے؛ تاہم جس قدر یہ موضوع اہم تھا، اس قدر اس پر متقدمین اور متاخرین کی طرف سے اتنی توجہ دی کی گئی۔[37] اس حوالے سے اصولیین کی کتب میں غور کیا جائے تو ہمیں مثالیں ملتی ہیں۔

سیاق کے ذریعے عام میں تخصیص کی مثال

ہبہ کرنے والا شخص اپنے ہبہ سے رجوع کر سکتا ہے یا نہیں؟ اس حوالے سے ایک حدیث کے الفاظ یہ ہیں: العَائِدُ فِي هِبَتِهِ كَالكَلْبِ يَعُودُ فِي قَيْئِهِ[38]" اس حدیث سے امام شافعیؒ نے یہ اصولی نکتہ اخذ کیا ہے کہ اگرچہ ہبہ سے رجوع کرنا اخلاقی اور ادبی اعتبار سے ناپسندیدہ فعل ہے، تاہم وہ شرعاً ممنوع یا باطل نہیں ہے۔ امام شافعیؒ کے استدلال کی بنیاد یہ ہے کہ حدیث میں وارد تشبیہ تحریم کے لیے نہیں بلکہ تنفیر اور تقبیح کے لیے ہے؛ کیونکہ کتا اپنی قے کو چاٹتا ہے اور یہ فعل اس کے حق میں شرعاً حرام نہیں، لہٰذا تشبیہ کا مقصد محض فعل کی قباحت اور اخلاقی کراہت کو واضح کرنا ہے، نہ کہ اس کے عدمِ جواز کو ثابت کرنا۔ چنانچہ امام شافعیؒ کے نزدیک ہبہ سے رجوع کرنا اگرچہ مکارمِ اخلاق اور حسنِ معاشرت کے منافی ہے، لیکن محض اس تشبیہ کی بنا پر اسے ناجائز یا باطل قرار نہیں دیا جا سکتا، بلکہ اصل حکم اباحت پر باقی رہتا ہے، البتہ اس کے ترک کو اولیٰ اور بہتر قرار دیا جائے گا۔ لیکن امام احمد نے اس حدیث کے سیاق سے استدلال فرمایا ہے کہ اس کے بعض طرق میں یہ بھی مروی ہے: لَيْسَ لَنَا مَثَلُ السَّوْءِ[39]۔ گویا یہ تشبیہ ہبہ سے رجوع کرنے کی برائی میں بیان کی گئی ہے، لہٰذا واہب کے لیے اپنے ہبہ سے رجوع کرنا درست نہیں۔

مثال دوم

اسی طرح سنن بیہقی کی ایک روایت ہے، جس میں مجوس کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے: «سُنُّوا بِهِمْ سُنَّةَ أَهْلِ الْكِتَابِ» [40]مجوس کے ساتھ وہی معاملہ کرو جو تم اہل کتاب کے ساتھ کرتے ہو"۔ اس حدیث میں لفظ "سُنَّةَ" عام ہے، اور عام ہونے کے ساتھ ساتھ مضاف بھی ہے اور قاعدہ ہے جب کسی عام لفظ کی اضافت کر دی جائے تو وہ عموم کا فائدہ دیتا ہے۔ ان الفاظ کے عموم کا تقاضا تو یہ ہے کہ مجوس بھی تمام معاملات میں اہل کتاب کی طرح سمجھے

جائیں گے، چاہے ان کے ذبیحہ کا معاملہ ہو یا ان سے نکاح کا۔ لیکن اگر حدیث کا سیاق دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات جزیہ کے بارے میں کہی جارہی ہے اس لیے سیاق کے ذریعے لفظ سنۃ کے عموم میں تخصیص کر دی جائے گی اور مراد یہ ہوگا کہ مجوس کے ساتھ صرف جزیہ کے معاملہ میں اہل کتاب جیسا معاملہ کیا جائے۔[41] البحر المحیط میں علامہ زرکشی نے "حاملہ باندی کو طلاق بائن" کے تحت اسی اصول کی وضاحت فرمائی ہے اور اس حوالے سے امام شافعی کے دو اقوال نقل فرمائے ہیں۔ اس مسئلہ کی توضیح یہ ہے کہ حاملہ باندی کو طلاق بائن ہو جائے تو کیا خاوند پر دوران عدت نفقہ واجب ہو گا یا نہیں؟۔ اس حوالے سے امام شافعی کی طرف سے دو قول نقل کیے گئے ہیں:

1. امام شافعی کا اس حوالے سے پہلا قول یہ ہے کہ نفقہ واجب ہو گا کیونکہ آیت وان کن اولات حملن کا عموم اس بات کا مقتضی ہے کہ جو بھی حاملہ مطلقہ ہو چاہے باندی ہو یا آزاد ہو، اس کے لیے دوران عدت نفقہ واجب ہے۔
2. جب کہ دوسرا قول یہ ہے کہ نفقہ واجب نہیں ہو گا کیونکہ آیت کے سیاق " فَأَنْفِقُوا عَلَيْهِنَّ حَتَّى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ "میں آزاد عورتوں کے بارے میں بات چل رہی ہے، جس کی وجہ ہے کہ یہاں نفقہ کی بات چل رہی اور نفقہ صرف آزاد عورتوں کے لیے ہوتا ہے نہ باندیوں کے لیے[42]۔

تخصیص بالسبب اور تخصیص بالسیاق میں فرق

تخصیص بالسبب اور تخصیص بالسیاق میں چند فروق ہیں، جنہیں ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

پہلا فرق

سیاق کا قرینہ نص میں موجود ہوتا ہے، اس سے خارج نہیں ہوتا، لیکن سبب ورود کا قرینہ بالعموم نص سے خارج ہوتا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَاسْأَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ[43] آیت مذکورہ میں قریہ سے مراد اہل قریہ ہیں، کیونکہ آیت کا سیاق " إِذْ يَعْدُونَ فِي السَّبْتِ "سے اسی بات کی طرف اشارہ ہو رہا ہے۔ لیکن جہاں تک سبب ورود کا تعلق ہے، بالعموم نص میں مذکور نہیں ہوتا۔ مثلاً آیات ظہار، آیات افک اور آیات لعان میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نص میں سبب مذکور نہیں۔

دوسرا فرق

جہاں تک سبب ورود کا تعلق ہے اس سے جان کاری کے لیے کتب حدیث، کتب سیرت، کتب تفسیر اور کتب اسماء الرجال وغیرہ کی تلاش کرنی پڑتی ہے، کہ اس حدیث کا اصل سبب ورود کیا تھا لیکن سیاق کا قرینہ معلوم کرنے کے مختلف طرق ہو سکتے ہیں:

- **لفظ کے استعمال کا عرف**

بعض اوقات لفظ کے استعمال کا عرف بھی سیاق کی طرف مشیر ہوتا ہے، جیسے علم البیان کا قاعدہ ہے: ہر وہ صفت جو مدح کے سیاق میں واقع ہو تو اس سے مدح ہی مراد ہو گی؛ اگرچہ اس کی وضع مذمت کے لیے کی گئی

تھی، اسی طرح ہر وہ صفت جو مذمت کے سیاق میں آئے تو اس سے مذمت ہی مراد ہو گی اگرچہ اس کی وضع مدح کے لیے کی گئی تھی۔ جیسے قرآن کریم میں ارشاد ہے: ذُقْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ [44] آیت مذکورہ میں آنے والا لفظ" ذُقْ "وضع کے اعتبار سے مدح کے لیے وضع کیا گیا ہے لیکن اس قاعدہ کے مطابق چونکہ اس کا سیاق مذمت کے لیے چل رہا ہے اس لیے اس سے بھی مذمت والا معنی ہی مراد ہو گا۔[45]

- **کلام کا سیاق وسباق**

کلام کا سیاق وسباق بھی سیاق کو جاننے کا سب سے بڑا قرینہ ہے۔[46]

- **مجتہد کا ذوق**

نص کو پڑھنے والے قاری یا مجتہد کا ذوق بھی سیاق کا قرینہ بن سکتا ہے۔[47]

تیسرا فرق

تخصیص بالسیاق کے جواز کے بارے میں اہل علم کا اتفاق ہے، لیکن جہاں تک تخصیص بالسبب کا تعلق ہے تو جمہور حضرات کے نزدیک جائز نہیں ہے۔[48]

مسئلہ تخصیص بالسبب کی بحث ومراجعت کے لئے اہم مصادر

زیر بحث مسئلہ کی جزئیاتی تفصیلات کے لیے اصول فقہ، تفسیر، علوم القرآن اور فقہ کی مصادر کتب کی طرف مراجعت محققین کے لیے سود مند ہو سکتی ہے، ذیل میں اہم کتب کے تناظر میں اس بحث کا طائرانہ جائزہ پیش خدمت ہے:

امام شافعی کی الرسالۃ اور الام

اصول فقہ کی مباحث کو مدون کرنے کا شرف تقدم جس شخصیت کو حاصل ہوا وہ امام شافعی رحمہ اللہ ہیں، جنہوں "الرسالۃ" کے نام سے کتاب لکھ کر اصول فقہ کے قواعد کو مدون شکل میں پیش کر دیا۔ امام شافعی کی مذکورہ کتاب بعد میں آنے والے علماء کے لیے ایک بنیاد تھی پھر اس کی روشنی میں مزید توضیحات وتشریحات کی جاتی رہیں۔ امام شافعی نے اپنی اس کتاب میں بہت سارے اصول فقہ کے مسائل پر گفتگو کی، عموم وخصوص پر بھی مفصل کلام فرمایا ہے لیکن مذکورہ کتاب میں ہمارے موضوع "کسی عام میں سبب کے ذریعے سے تخصیص ہو سکتی ہے یا نہیں" سے متعلق کوئی تفصیل ذکر نہیں کی؛ البتہ اس بحث کی طرف یوں کہہ کر اشارہ فرمادیا ہے: ان السبب تفسر به بعض النصوص[49] "یقینا سبب کے ذریعے سے بعض نصوص کی توضیح کی جاسکتی ہے"۔ البتہ ان کی اس موضوع پر دوسرے کتاب "الام" میں اس موضوع پر قدرے تفصیل ملتی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں: ان الاسباب لاتخصص العمومات فان كثيرا من الآيات تنزل باسباب اقوام وتكون لهم وللناس عامة[50]" اسباب

عمومات میں تخصیص پیدا نہیں کرسکتے اس لیے کہ بہت ساری آیات کا نزول ہی کسی خاص پس منظر میں ہوا ہے، وہ آیات جن کے بارے میں نازل ہوئیں ان کے لیے تو خاص تھیں لیکن بعد میں آنے والے لوگوں کے لیے تو عام ہی رہیں گی"۔ کتاب الام میں ہی ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں: بان الاسباب لاتصنع شيئا انما تصنعه الالفاظ[51] "اسباب تو تخصیص پیدا نہیں کرسکتے، اصل اعتبار تو الفاظ کے عموم کا ہی ہوتا ہے"۔ امام شافعی کی اس عبارت سے ان کے موقف کی بھی تائید ہوتی ہے کہ ان کے ہاں الفاظ کے عموم کا ہی اعتبار ہوگا۔

امام ابو بکر جصاص کی الفصول فی الاصول

اصول فقہ کی متقدم ترین کتب میں امام ابو بکر جصاص کی "الفصول فی الاصول" بھی نمایاں ہے۔ اپنی اس کتاب میں بھی انہوں اس مسئلہ کی بڑی وضاحت کے ساتھ لکھا ہے: كل كلام خرج عن سبب فالحكم له لا للسبب فاذا كا ن اعم من السبب ووجب اعتبار حكمه بنفسه دون سببه[52] "ہر وہ کلام جو کسی سبب کے پیش نظر ظہور پذیر ہوا ہو تو وہاں پر اعتبار اس سبب کا نہیں ہوگا بلکہ الفاظ کے عموم کا ہوگا"۔

ابن القصار المالکی کی المقدمۃ فی الاصول

مالکی فقہ سے متعلق متقدم ترین کتب اصول فقہ میں ابن القصار المالکی کی "المقدمة فی الاصول لابن القصار المالکی" نمایاں ترین ہے۔ اس کتاب میں ایک باب قائم کیا ہے: باب القول فی الاسباب الوارد علیه الخطاب۔ اس عنوان کے تحت مختلف مقامات پر مذکورہ مسئلہ پر امام مالک کے دو قول پیش کیے ہیں۔ ایک مقام پر لکھتے ہیں: قصر الحكم على السبب الذى خرج اللفظ عليه[53] "نص کا حکم اسی سبب کے ساتھ خاص ہوگا جس کے سبب وہ نازل ہوئی ہے"۔ جب کہ دوسرے مقام پر لکھتے ہیں: ان الحكم للفظ دون السبب[54] "نص کا حکم عام ہوگا سبب کے ساتھ خاص نہیں ہوگا"۔

ابو یعلی الفراء کی العدة

اصول فقہ کی متقدم ترین کتب میں ابو یعلی الفراء کی "العدة" بھی سرفہرست ہے اس کتاب میں بھی مسئلہ مذکورہ پر صرف بحث نہیں کی بلکہ اس پر بہت ساری مثالیں بھی اکٹھی کردی ہیں، اس موضوع پر دلچسپی رکھنے والوں کے لیے ان کی یہ بحث بہت ساری پیچیدہ گتھیوں کے حل کا ذریعہ بن سکتی ہے۔[55] علاوہ ازیں بہت سارے اصولیین نے "عمومات" کی بحث میں اس پر کہیں مفصل اور کہیں مختصر گفتگو فرمائی ہے، اور یہ مذہب اختیار فرمایا ہے کہ اعتبار لفظ کے عموم کا ہی ہوگا؛ سبب کا نہیں ہوگا۔ ان اصولیین میں علامہ آمدی نے الاحکام[56] میں، ابن الھمام نے التحریر[57] میں، صدر الشریعہ نے التنقیح[58] میں، ابن النجار نے الکوکب المنیر[59] میں اور علامہ شوکانی نے ارشاد الفحول[60] میں اس مسئلہ پر گفتگو فرمائی ہے۔

اصولیین کے علاوہ مفسرین نے بھی اپنے اپنے مقام پر اس موضوع کو واضح فرمایا ہے۔ چونکہ اس بحث کا تعلق سببِ نزول یا سببِ ورود کے ساتھ ہے اس لیے اکثر مفسرین کسی آیت کے سببِ نزول کو ذکر کرنے کے بعد اس قاعدہ کی بھی وضاحت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں:

يَا بَنِي آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ کی تشریح

امام ابو بکر جصاص سورۃ الاعراف کی ایک آیت کی تفسیر میں جہاں اس مسئلہ کی وضاحت فرما رہے ہیں تو وہیں مالکیہ پر رد کرتے ہوئے نظر آتے ہیں: يَا بَنِي آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ[61] کی تفسیر میں لکھتے ہیں: قَالَ أَبُو بَكْرٍ: هَذِهِ الْآيَةُ تَدُلُّ عَلَى فَرْضِ سَتْرِ الْعَوْرَةِ فِي الصَّلَاةِ[62] "مذکورہ آیت نماز کی حالت میں ستر کو چھپانے کے وجوب پر دلالت کرتی ہے۔ امام ابو بکر جصاص نے مالکیہ پر رد بھی فرمایا ہے کہ ان کے نزدیک یہ آیت چونکہ ایک خاص پس منظر میں نازل ہوئی تھی کہ مشرکین مکہ بیت اللہ کا طواف کپڑے اتار کر کرتے تھے، اس لیے یہ حکم اسی سبب کے ساتھ خاص ہو گا۔ ان پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: وَقَالَ بَعْضُ مَنْ يَحْتَجُّ لِمَالِكِ بْنِ أَنَسٍ: إنَّ هَؤُلَاءِ السَّلَفَ لَمَّا ذَكَرُوا سَبَبَ نُزُولِ الْآيَةِ وَهُوَ طَوَافُ الْعُرْيَانِ وَجَبَ أَنْ يَكُونَ حُكْمُهَا مَقْصُورًا عَلَيْهِ. وَلَيْسَ هَذَا عِنْدَنَا كَذَلِكَ؛ لِأَنَّ نُزُولَ الْآيَةِ عِنْدَنَا عَلَى سَبَبٍ لَا يُوجِبُ الِاقْتِصَارَ بِحُكْمِهَا عَلَيْهِ لِأَنَّ الْحُكْمَ عِنْدَنَا لِعُمُومِ اللَّفْظِ لَا لِلسَّبَبِ[63] "مالکیہ کے نزدیک چونکہ یہ آیت مشرکین مکہ کے عریاں ہو کر طواف کے بارے میں نازل ہوئی تھی اس لیے اس کا حکم بھی اسی سبب کے ساتھ ہی خاص ہو گا، لیکن ہمارے نزدیک ایسا نہیں ہے، اس لیے کہ اگرچہ یہ آیت کسی خاص پس منظر میں اتری ہے لیکن اس کے حکم کو اس کے ساتھ خاص نہیں کیا جائے کیونکہ نصوص میں الفاظ کے عموم کا اعتبار کیا جاتا ہے نہ کہ سبب کا"۔ اسی طرح امام ثعالبی نے الجواھر الحسان[64] میں سورۃ المائدۃ کی آیت ۴۴ میں، تفسیر ابن عطیہ[65] میں سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۷۶ میں، ابو حیان الاندلسی نے البحر المحیط[66] میں سورۃ البقرۃ کی آیت ۱۱۴ میں، علامہ نسفی نے تفسیر نسفی[67] میں سورۃ النور کی آیت ۲۳ میں، علامہ ابن کثیر نے تفسیر القرآن العظیم[68] میں سورۃ الانفال کی آیت ۲۷ میں، امام قرطبی نے تفسیر قرطبی[69] میں، فتح القدیر[70] میں علامہ شوکانی نے سورۃ التوبہ کی آیت ۳۸ میں اور تفسیر اضواء البیان[71] میں علامہ الشنقیطی نے سورۃ التوبہ کی آیت ۹۱ میں سببِ نزول کے ضمن میں اسی قاعدہ کی وضاحت فرمائی ہے۔ واضح رہے متذکر الصدر تفاسیر کے جتنے حوالے دیے گئے ہیں یہ بطور مثال کے ہیں ورنہ تفسیر کی کتب میں اس موضوع پر ڈھیروں مثالیں موجود ہیں جن کو اکٹھا کیا جائے تو ایک مطول کتاب تیار ہو سکتی ہے۔ یہاں تک کہ علامہ عبد الرحمن السعدی نے القواعد الحسان لتفسیر القرآن میں اس قاعدہ کو ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے: القاعدة الثانية: العبرة بعموم الألفاظ لا بخصوص الأسباب وهذه القاعدة نافعة جداً، بمراعاتها يحصل للعبد خير كثير وعلم غزير، وبإهمالها وعدم ملاحظتها يفوته علم كثير، ويقع الغلط والارتباك الخطير. وهذا الأصل اتفق عليه المحققون من أهل الأصول وغيرهم[72] "اعتبار تو الفاظ کے عموم کا ہوتا ہے نہ کہ اسباب کا۔ فقہاء کا یہ قاعدہ

بہت زیادہ فوائد پر مشتمل ہے اس قاعدے کی رعایت کرنے سے انسان غلطیوں میں واقع ہونے سے بچ جاتا ہے اور اس کے ذریعے بہت زیادہ علم اور خیر کثیر ملتی ہے۔ یہی وہ اصول ہے جس پر جمہور اہل اصول اور فقہاء متفق دکھائی دیتے ہیں"۔

علوم القرآن کی کتب میں بھی یہ مسئلہ اسباب نزول کے ضمن میں ذکر کیا جاتا ہے۔ متقدمین ماہرین علوم القرآن میں سے علامہ سیوطی نے الاتقان[73] میں اس بحث کو اسباب نزول کے ضمن میں ذکر کیا ہے اگرچہ انہوں نے عام اور خاص کی بحث کے لیے ایک مستقل باب قائم کیا ہے لیکن سبب کے ذریعے سے عام میں تخصیص کے مسئلہ کو اسباب نزول کے تحت ہی ذکر کیا ہے۔ اسی علامہ زرکشی نے البرھان[74] میں اس بحث کا ذکر فرمایا ہے۔ جب کہ متاخرین ماہرین علوم القرآن میں سے علامہ زرقانی نے مناہل العرفان[75] میں اس مسئلہ پر سیر حاصل گفتگو فرمائی ہے، علامہ ابوشہبہ نے المدخل لدراسۃ القرآن[76] میں اور ابن عثیمین نے اصول التفسیر[77] میں اور خالد السبت نے قواعد التفسیر[78] اس موضوع پر گفتگو فرمائی ہے۔

مقالہ نگار کی رائے

مقالہ نگار کی رائے کے مطابق ماہرین علوم القرآن میں متقدمین اور متاخرین میں سے جتنے حضرات نے سبب کے ذریعے نص کے عموم میں تخصیص کے حوالے سے کلام کیا ہے ان تمام حضرات میں سے سب سے شاندار اور مدلل بحث علامہ زرقانی کی ہے جس سے نہ صرف اس مسئلہ کے حوالے سے معلومات میں اضافہ ہوتا ہے بلکہ بہت سارے اشکالات اور شبہات کا ازالہ بھی ہو جاتا ہے۔ کتب فقہ میں بھی یہ مسئلہ زیر بحث لایا گیا ہے، ہم دیکھتے ہیں کہ فقہائے اربعہ کی کتب فقہ میں جہاں کہیں بھی عموم میں تخصیص کے حوالے سے کوئی مسئلہ ذکر کیا گیا ہے تو اس قاعدے کا بھی تذکرہ کر دیا گیا ہے۔ فقہائے اربعہ کی کتب فقہ میں بھی اس قاعدہ کی بہت ساری مثالیں مل سکتی ہیں، طوالت سے بچنے کے لیے صرف ایک مثال کے ذکر پر اکتفا کیا جاتا ہے:

بدائع الصنائع میں علامہ کاسانی کا اس قاعدہ سے استدلال

علامہ کاسانی نے اپنی بدائع میں اس قاعدہ سے بہت زیادہ استفادہ کیا ہے؛ چنانچہ محصر کے احصار کے حوالے سے ایک مقام پر لکھتے ہیں: {فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ}نَزَلَتْ فِي أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - حِينَ أُحْصِرُوا مِنْ الْعَدُوِّ، وَفِي آخِرِ الْآيَةِ الشَّرِيفَةِ دَلِيلٌ عَلَيْهِ، وَهُوَ قَوْلُهُ عَزَّ وَجَلَّ: {فَإِذَا أَمِنْتُمْ}وَرُوِيَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَابْنِ عُمَرَ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا - أَنَّهُمَا قَالَا لَا حَصْرَ إلَّا مِنْ عَدُوٍّ، وَلَنَا عُمُومُ قَوْله تَعَالَى: فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ وَالْإِحْصَارُ هُوَ الْمَنْعُ، وَالْمَنْعُ كَمَا يَكُونُ مِنْ الْعَدُوِّ يَكُونُ مِنْ الْمَرَضِ وَغَيْرِهِ، وَالْعِبْرَةُ بِعُمُومِ اللَّفْظِ عِنْدَنَا لَا بِخُصُوصِ السَّبَبِ؛ إذْ الْحُكْمُ يَتْبَعُ اللَّفْظَ لَا السَّبَبَ79 فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ[80] "اگر تم محصر ہو جاو تو تمہیں اپنے احرام سے پاک ہونے لیے (جو، ہدی بھی میسر ہو) کو ذبح کرنا ضروری ہے" یہ آیت اصحاب کے بارے میں تب نازل ہوئی تھی

جب وہ دشمن کی وجہ سے محصر ہوئے تھے، اور اس کی دلیل اسی آیت کے آخر کے الفاظ ہیں "جب تم دشمن سے مامون ہوگئے"۔ لہذا اسی وجہ سے حضرت عبد اللہ بن عباس اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے نزدیک احصار کا ثبوت دشمن کے سبب سے ہی ہو سکتا ہے۔ علامہ کاسانی فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک اس آیت کا عموم ہی مراد ہے کیونکہ احصار کے معنی لغت میں المنع یعنی کسی چیز سے روکنے کے آتے ہیں اور یہ روکنا چاہے کسی دشمن کے سبب سے ہو یا مرض یا کسی اور وجہ سے، تمام حالات میں وہ شخص محصر ہی سمجھا جائے گا۔ کیونکہ "وَالْعِبْرَةُ بِعُمُومِ اللَّفْظِ عِنْدَنَا لَا بِخُصُوصِ السَّبَبِ؛ "اعتبار لفظ کے عموم کا ہوتا ہے سبب کا نہیں ہوتا اور حکم لفظ کے تابع ہوتا ہے نہ کہ سبب کے"۔ مذکورہ مثال میں علامہ کاسانی نے اسی قاعدہ سے استدلال کرتے ہوئے محصر کے احصار میں عموم کو ثابت کیا ہے کہ محصر کا احصار صرف دشمن کے خوف سے ہی ثابت نہیں ہوگا بلکہ اس کے علاوہ کسی بھی اور سبب سے مثلا مرض یا قید یا ہاتھ پاؤں کا ٹوٹ جانا وغیرہ کوئی اس طرح کا حادثہ پیش آجائے اور محرم اپنے عمرے یا حج کی ادائیگی سے قاصر ہو جائے تو ان چیزوں سے بھی اس کا احصار ثابت ہو جائے گا اگرچہ آیت کا سبب نزول صرف دشمن کے خوف کے سبب محصر ہونے کے بارے میں خاص ہے۔

خلاصہ بحث

اصولِ فقہ کی کتب میں نص کے عموم میں تخصیص (یعنی کسی عام حکم کو کسی خاص صورت تک محدود کرنا) پر تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔ ان مباحث میں اس بات کا جائزہ لیا گیا ہے کہ عمومی الفاظ پر مشتمل نصوص میں کن بنیادوں پر تخصیص ممکن ہے، تخصیص کے کیا اصول وضوابط ہیں، اور کن مواقع پر تخصیص کی جا سکتی ہے یا نہیں کی جا سکتی۔ انہی مباحث میں ایک اہم سوال یہ بھی زیرِ بحث آتا ہے کہ کیا کسی نص کے عموم کو اس کے سببِ ورود کے ذریعے خاص کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ اس مسئلے میں اصولیین کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ جمہور فقہاء اور اصولیین کی رائے یہ ہے کہ کسی نص کے عموم کو اس کے سببِ ورود کی بنیاد پر خاص نہیں کیا جا سکتا۔ تاہم بعض فقہاء اس کے برعکس رائے رکھتے ہیں اور ان کے نزدیک سبب، تخصیص کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ ائمہ ثلاثہ یعنی امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے اقوال میں اس حوالے سے تنوع پایا جاتا ہے، اور ان کے مذاہب کی تفصیل بیان کرنے والے علما کی طرف سے دونوں طرح کی آراء منقول ہیں۔ بعض معاصر اہلِ علم نے ان مختلف اقوال میں تطبیق کی کوشش بھی کی ہے، لیکن اس کے باوجود اس مسئلے میں آراء کا اختلاف برقرار ہے۔ چونکہ یہ مسئلہ براہِ راست نصوصِ شرعیہ سے متعلق ہے، اس لیے فقہاء، مفسرین اور ماہرینِ علومِ قرآن نے بھی اپنے اپنے مقام پر اس پر مفصل گفتگو کی ہے۔ فقہاء نے اس اصول کی روشنی میں متعدد جدید پیش آمدہ مسائل کے حل تلاش کیے ہیں، جبکہ مفسرین اور اہلِ علومِ قرآن نے آیات کے اسبابِ نزول کے ضمن میں اس پر تفصیلی بحث کی ہے۔ فقہاء نے یہ وضاحت بھی کی ہے کہ جب "سبب" کے ذریعے عمومِ نص کی تخصیص کی بات کی جاتی ہے تو اس سے مراد وہ سبب

نہیں ہوتا جو کسی حکم کا محرک یا باعث ہو، جیسے: "زنا کی سزا حد ہے" میں زنا، حد کے نفاذ کا سبب ہے۔ بلکہ یہاں "سبب" سے مراد وہ مخصوص واقعہ یا پس منظر ہوتا ہے جس کے تحت کوئی نص نازل ہوئی ہو، یعنی سببِ ورود۔ اسی طرح فقہاء نے یہ بات بھی بیان کی ہے کہ جس طرح سببِ ورود کسی نص کے عموم میں تخصیص کا ذریعہ بن سکتا ہے، اسی طرح نص کا سیاق و سباق (یعنی اس کا موقع و محل، کلام کا انداز و ترتیب) بھی اس کے عموم کو محدود کر سکتا ہے۔

حوالہ جات

1 ابو الحسن علی بن عمر بن القصار المالکی، المقدمۃ فی الاصول، تحقیق: محمد بن الحسین السلیمانی (بیروت: دار الغرب الاسلامی، ۱۹۹۶ء)، ۸۸۔

2 بدر الدین بن بہادر الزرکشی، البحر المحیط فی اصول الفقہ (کویت: وزارۃ الاوقاف والشوون الاسلامیۃ، ۱۴۱۳ھ)، ۳: ۲۱۵۔

3 عبد العزیز بن احمد بن محمد علاء الدین البخاری، کشف الاسرار شرح اصول البزدوی، (بیروت: دار الکتاب الاسلامی، س ن)، ۲: ۲۴۶۔

4 ابو المظفر منصور بن محمد السمعانی، قواطع الادلۃ فی الاصول، تحقیق: محمد حسن محمد حسن اسماعیل، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۱۸ھ)، ۳: ۲۱۵۔

5 زرکشی، البحر المحیط، ۳: ۲۰۲، عبد العزیز البخاری، کشف الاسرار، ۲: ۲۶۶۔

6 شہاب الدین ابو العباس احمد بن ادریس القرافی، شرح تنقیح الفصول، تحقیق: طہ عبد الروف سعد، (مصر: مکتبۃ الکلیات الازہریۃ، س ن)، ۲۱۶۔

7 عبد العزیز بن عبد الرحمن الربیعۃ، السبب عند الاصولیین، (الریاض: مکتبۃ الرشد، ۱۴۱۷ھ)۔ ۳: ۱۳۰، ابن اللحام، علاء الدین ابو الحسین علی بن محمد، القواعد والفوائد الاصولیۃ، تحقیق: عبد الکریم الفضیلی (بیروت: المکتبۃ العصریۃ، ۱۴۲۰ھ)، ۳۴۰۔

8 محمد بن اسماعیل البخاری، الجامع الصحیح، باب الصلاۃ کفارۃ، ۱: ۱۱۱، رقم: ۵۲۶۔

9 محمد امین الشنقیطی، مذکرۃ الاصول علی روضۃ الناظر، (القاہرۃ: مکتبۃ ابن تیمیۃ، ۱۴۰۹ھ)، ۲۵۱۔

10 عبد العزیز البخاری، کشف الاسرار، ۲: ۲۶۶۔

11 علی بن محمد الآمدی، الاحکام فی اصول الاحکام، تحقیق: الشیخ عبد الرزاق عفیفی (دمشق: المکتب الاسلامی، س ن)، ۲: ۲۳۹۔

12 علی بن محمد الآمدی، الاحکام فی اصول الاحکام، ۲: ۲۳۹۔

13 ابن اللحام، القواعد والفوائد الاصولیۃ، ۳۴۰۔

14 علی بن محمد الآمدی، الاحکام فی اصول الاحکام ۲: ۲۳۹۔

15 نفس مصدر

16 نفس مصدر

17 محمد بن علی الشوکانی، ارشاد الفحول، ۱: ۴۸۷۔

18 ابو المظفر منصور بن محمد السمعانی، قواطع الادلۃ ۱: ۱۹۵۔

19 بدر الدین بن بہادر الزرکشی، البحر المحیط، ۳: ۲۱۰۔

20 ابو المظفر منصور بن محمد السمعانی، قواطع الادلۃ ۱: ۱۹۵۔

21 ابو الحسن علی بن عمر بن القصار المالکی، المقدمۃ فی الاصول، ۸۸۔

22 علی بن محمد الآمدی، الاحکام فی اصول الاحکام، ۲: ۲۳۸۔

23 بدر الدین بن بہادر الزرکشی، البحر المحیط، ۳: ۲۰۲۔

24 بدر الدین بن بہادر الزرکشی، البحر المحیط، ۳: ۲۰۲۔

25 ابو المظفر منصور بن محمد السمعانی، قواطع الادلۃ، ۱: ۱۹۴۔

26 عبد الرحیم بن الحسن بن علی الاسنوی، نهایة السول شرح منهاج الوصول، (بیروت: دار الکتب العلمیة، ۱۴۲۰ھ)، ۲:۷۷۴۔

27 ابو الولید سلیمان بن خلف الباجی، احکام الفصول فی احکام الاصول، (بیروت: دار الغرب الاسلامی، س ن) ۱:۲۷۶۔

28 محمد الطاہر ابن عاشور، حاشیة التوضیح لمشکلات کتاب التنقیح، (تونس: مطبعة النهضة نهج الجزیرة، ۱۳۴۱ھ) ۱:۲۵۳۔

29 شنقیطی، مذکرة الاصول، ۲۵۲۔

30 ابو بکر بن العربی، المحصول فی علم الاصول، تحقیق: حسین علی البدوی، (عمان: دار البیان، س ن)، ۷۸۔

31 بدر الدین بن بہادر الزرکشی، البحر المحیط، ۳:۲۰۹۔

32 بدر الدین بن بہادر الزرکشی، البحر المحیط، ۳:۳۸۰۔

33 عام طور پر سیاق کی دو اقسام ذکر کی جاتی ہیں، سیاق مقالی اور سیاق حالی، سیاق مقالی سے مراد لفظ کے ماقبل اور مابعد سے اس کے مفہوم کی وضاحت کرنا، جسے عام الفاظ میں سیاق وسباق سے تعبیر کر دیا جاتا ہے۔ جب کہ سیاق حالی سے مراد یہ ہے کہ وہ عوامل جو سیاق وسباق سے خارج ہو کر اس لفظ کے صحیح معنی ومراد کی تفہیم میں مددگار ثابت ہوں۔ مثال کے طور پر جس وقت ان الفاظ کا نزول یا ورود ہوا اس وقت کیا کیفیت تھی، سامعین کے کیا حالات تھے وغیرہ، وہ وقت اور حالت بھی ان الفاظ کے صحیح مفہوم کے سمجھنے میں معین ثابت ہوتے ہیں، اسی حالت وکیفیت کو سیاق حالی کہہ دیا جاتا ہے۔

34 ابو القاسم محمود بن عمرو الزمخشری، اساس البلاغة، تحقیق: محمد باسل عیون السود، (بیروت: دار الکتب العلمیة، ۱۴۱۹ھ)، ۳۱۴۔

35 الانعام: ۱۷

36 محمد بن اسماعیل بخاری، الجامع الصحیح، باب تفسیر قوله تعالی الذین آمنوا ولم یلبسوا ایمانهم بظلم ۶:۱۱۴، رقم: ۴۶۲۹۔

37 ابن دقیق العید، احکام الاحکام شرح عمدة الاحکام مع حاشیة الصنعانی، (بیروت: مطبعة السنة المحمدیة، س ن)، ۴:۲۹۷۔

38 محمد بن اسماعیل بخاری، الجامع الصحیح، باب فی الهبة والشفعة، ۹:۲۷، رقم ۲۶۲۱۔

39 نفس مصدر

40 احمد بن الحسین بن علی ابو بکر البیهقی، السنن الکبری للبیهقی، ۷:۲۸۰، رقم: ۱۳۹۸۶۔

41 شهاب الدین ابو العباس احمد بن ادریس القرافی، العقد المنظوم فی الخصوص والعموم، (بیروت: دار الکتاب العربی، ۱۴۲۰ھ)، ۲:۳۸۶۔

42 بدر الدین بن بہادر الزرکشی، البحر المحیط، ۳:۳۸۰۔

43 الاعراف: ۱۶۳۔

44 الدخان: ۴۴۔

45 بدر الدین بن بہادر الزرکشی، البحر المحیط، ۶:۵۲۔

46 جار اللہ زمخشری، اساس البلاغة، ۳۱۴۔

47 ابن دقیق العید، احکام الاحکام شرح عمدة الاحکام، ۳:۲۸۵۔

48 بدر الدین بن بہادر الزرکشی، البحر المحیط ۲:۵۲۔

49 محمد بن ادریس شافعی، الرسالة، تحقیق: احمد شاکر، (مصر: مکتبة الحلبی، ۱۳۵۸ھ)، ص ۲۱۳۔

50 محمد بن ادریس شافعی، الام، (بیروت: دار المعرفة للطباعة والنشر، س ن) ۳:۵۵۔

51 محمد بن ادریس شافعی، الام، ۵:۶۳۴۔

52 ابو بکر احمد بن علی الجصاص، الفصول فی الاصول، تحقیق: عجیل جاسم النشمی، (کویت: وراة الاوقاف والشوون الاسلامیة، ۱۴۰۵ھ)، ۳۳۷۔

53 ابو الحسن علی بن عمر بن القصار المالکی، المقدمة فی الاصول، ص ۸۸۔

54 نفس مصدر

55 ابو یعلی الفراء، العدة فی اصول الفقه، تحقیق: احمد المبارکی، (بیروت: دار الکتب العلمیة، س ن)، ۲:۵۹۶۔

56 علی بن محمد الآمدی، الاحکام فی اصول الاحکام، ۲:۲۳۷۔

57 کمال الدین محمد بن عبد الواحد المعروف بابن الهمام، التحریر مع شرحه التقریر والتحبیر لابن امیر الحاج، (بیروت: دار الفکر، ۱۴۱۷ھ)، ۱:۲۹۵۔

58 صدر الشریعۃ، عبد اللہ بن مسعود، التوضیح مع شرحہ التلویح للتفتازانی، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۱۶ھ)، ۱:۱۱۳۔

59 ابن النجار الحنبلی، شرح الکوکب المنیر فی اصول الفقہ، (دمشق: دار الفکر، ۱۴۰۰ھ)، ۳:۱۷۷۔

60 محمد بن علی الشوکانی، ارشاد الفحول، ۱:۴۸۰۔

61 الاعراف: ۳۱۔

62 ابو بکر احمد بن علی الجصاص، احکام القرآن، (مکۃ المکرمۃ: المکتبۃ التجاریۃ، س ن)، ۳:۴۱۔

63 نفس مصدر

64 عبد الرحمن بن محمد الثعالبی، الجواہر الحسان فی تفسیر القرآن، تحقیق: الشیخ محمد علی معوض، الشیخ عادل احمد عبد الموجود، (بیروت: دار احیاء التراث العربی، ۱۴۱۸ھ)، ۱:۴۶۵۔

65 عبد الحق بن غالب بن تمام ابن عطیۃ، المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز، تحقیق: عبد السلام بن عبد الشافی محمد، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۲۲ھ)، ۶:۱۰۹۔

66 ابو حیان محمد بن یوسف الاندلسی، البحر المحیط فی التفسیر، تحقیق: صدقی محمد جمیل، (بیروت: دار الفکر، ۱۴۲۰ھ)، ۱:۵۷۱۔

67 ابو البرکات عبد اللہ بن احمد النسفی، تفسیر النسفی (مدارک التنزیل وحقائق التاویل)، تحقیق: یوسف علی بدیوی، (بیروت: دار الکلم الطیب، ۱۴۱۹ھ)، ۳:۱۴۰۔

68 ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، تحقیق: سامی محمد سلامۃ، (بیروت: دار طیبۃ للنشر والتوزیع، ۱۴۲۰ھ) ۲:۳۰۲۔

69 ابو عبد اللہ محمد بن احمد ابن ابی بکر القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، تحقیق: احمد البردونی وابراہیم اطفیش، (القاہرۃ: دار الکتب المصریۃ، ۱۳۸۴ھ)، ۷:۱۸۴۔

70 محمد بن علی الشوکانی، فتح القدیر (بیروت: دار الکلم الطیب، ۱۴۱۴ھ)، ۵:۲۰۰۔

71 محمد امین الشنقیطی، اضواء البیان فی ایضاح القرآن بالقرآن، (بیروت: دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، ۱۴۱۵ھ) ۵:۸۸۔

72 عبد الرحمن بن ناصر السعدی، القواعد الحسان لتفسیر القران، (الریاض: مکتبۃ الرشد، ۱۴۲۰ھ)۔ ۱:۱۱۔

73 عبد الرحمن بن ابی بکر جلال الدین السیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، تحقیق: محمد ابو الفضل ابراہیم، (مصر: الھیئۃ المصریۃ العامۃ للکتاب، ۱۳۷۴ھ)، ۸۶۔

74 بدر الدین بن بہادر الزرکشی، البرہان فی علوم القرآن، تحقیق: محمد ابو الفضل ابراہیم (بیروت: دار إحیاء الکتب العربیۃ عیسی البابی الحلبی وشرکائہ، ۱۳۷۶ھ)، ۱:۳۲۔

75 محمد عبد العظیم الزرقانی، مناھل العرفان، (بیروت: مطبعۃ عیسی البابي الحلبي وشرکاہ، س ن)، ۱:۱۲۳۔

76 محمد بن محمد ابو شہبہ، المدخل لدراسۃ القرآن الکریم، (القاھرۃ، مکتبۃ السنۃ ۱۴۲۳ھ)، ۱۴۲۔

77 محمد بن صالح العثیمین، اصول فی التفسیر، (بیروت: دار ابن الجوزی، ۲۰۰۹ء)، ۱۶۔

78 خالد بن عثمان السبت، قواعد التفسیر، جمعا ودراسۃ، (بیروت: دار ابن عفان، س ن) ۱:۵۹۳۔

79 علاء الدین ابو بکر بن مسعود الکاسانی، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، باب بیان حکم المحرم اذا منع عن المضی، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۰۶ھ)، ۲:۱۷۵۔

80 البقرۃ: ۱۹۶۔